AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 6, Issue 1, June 2022, PP: 349-366
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

عدالتی خلع: احادیث اور فقہاء کی آراء کی روشنی میں (تحلیلی مطالعہ)

Judicial Khula' (Divorce): An Analytical Study of Ahadīthand the Opinions of Islamic Jurists

Najamuddin Kokab Hashmi[1*] , Abdul Majeed [2]
[1] *Assistant Professor, Muslim Youth University Islamabad, Pakistan*
[2] *Doctoral Candidate, Government College University, Faisalabad, Pakistan*

The issue of judicial Khula' (judicial divorce) being practiced in honorable Pakistani courts poses a great challenge to Islamic jurists whose concerns about this issue are very serious. The proponents of judicial Khula' present the Ahadith, in which it is mentioned that the Holy Prophet (PBUH) had made separation between Hazrat Thabit bin Qays (RA) and his wife, as evidence for unilateral judicial Khula'. The majority of jurists takes unilateral judicial Khula' non-compliant to Shariah law. The basic objective of this paper is to answer the questions: Do these ahadith presented for judicial Khula' reach at the extent that prohibition and permission may be decided? Whether the Holy Prophet (PBUH) made separation between Thabit bin Qays (RA) and his wife unilaterally or did He make separation with the consent of the husband (Thabit bin Qays)? Is there any possible taṭbīq (harmonization between conflicting compatible texts) that can justify contemporary judicial Khula'? Regardless of these Ahadith, is it possible to justify judicial khula' on the basis of any of the other jurisprudential details (Fiqhi Juz'iyyāt)? What are the implications of a unilateral judicial Khula'? What are its positive and negative effects on society? After analyzing the Ahadith from which approval of unilateral judicial Khula' is extracted, the paper concludes that the honorable Courts, in Khursseed bibi case, has issued unilateral judicial Khula' on the basis on abstract narration (mujmal riwayah) and ignored the detailed one (mufassal riwayah) and the same is being considered as precedent for decisions of judicial Khula' till date. The paper also recommends that the court, using its wide-ranging powers to arrest the husband for not appearing in spite of sending summons to him, should bring him before the court so that the decision can be made only after the facts have become clear.

Keywords: *Khula', Judical Khula', Judical divorce, Shariah Law, Divorce.*

تمہید:

نسل انسانی کی بقا اور طبعی ضرورت کی تکمیل کے لیے اسلام میں نکاح کا نظام انسانیت کی راہنمائی کے لیے موجود ہے۔ شادی کے بعد اگر حالات ناگزیر ہو جائیں تو طلاق کا حق استعمال کرکے مرد اس بندھن کو ختم کر سکتا ہے۔ اور اگر عورت کسی بنا پر رشتہ ختم کرنا چاہتی ہے اور مرد بحال رکھنا چاہتا ہے تو اسلام نے عورت کو بھی اختیار دیا ہے کہ حق مہر سے دست بردار ہو کر یا واپس کرکے خاوند سے گلو خلاصی حاصل کر سکتی ہے اس عمل کو خلع کا نام دیا گیا ہے۔ خلع کا عمل زوجین کی رضامندی سے گھر پر بھی وقوع پذیر ہو سکتا ہے۔ اور اگر خاوند نہ مانتا ہو تو عورت عدالت کے ذریعے بھی آزادی حاصل کر سکتی ہے۔

پاکستان میں اس وقت رائج عدالتی خلع کا مسئلہ معاصر فقہا اور اہلِ افتاء کے لیے بہت بڑے چیلنج کا حامل ہے۔ عدلیہ کی طرف سے اس فیصلے[1] کے حق میں اُن احادیث کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے جن میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس اور ان کی زوجہ کے درمیان تفریق فرمادی تھی۔ اُن احادیث کو یک طرفہ عدالتی خلع کے حق میں بنیاد بنایا جاتا ہے۔ مقالہ ہذا میں ان عدالتی فیصلوں کو احادیث رسول ﷺ اور فقہا کی آرا کی روشنی میں تجزیاتی انداز میں دیکھنے کی ضرورت ہے تاکہ درج ذیل سوالات کے جوابات کی صورت میں مسئلہ واضح ہو جائے۔ کیا عدالتی خلع کے حق میں دلیل کے طور پر پیش کی جانے والی احادیث اس درجہ کی ہیں کہ ان پر ایک ایسے فیصلے کی بنیاد رکھی جا سکے جس کا تعلق حلت و حرمت سے ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے تفریق کا جو فیصلہ فرمایا تھا کیا وہ واقعی یک طرفہ تھا یا اس میں شوہر کی رضامندی شامل کی گئی تھی؟

احادیث کے باہمی تعارض کی صورت میں ان میں تطبیق کی کیا صورت ہو گی؟

ان احادیث سے قطع نظر کیا یہ ممکن ہے کہ دیگر فقہی جزئیات میں سے کسی جزئی کو بنیاد بنا کر عدالتی خلع کو جائز قرار دیا جا سکے؟

یک طرفہ عدالتی فیصلے کے مضمرات کیا ہیں؟ اور معاشرے پر اس کے کیا مثبت و منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

صلب موضوع سے قبل خلع اور اس کے چیدہ چیدہ احکام کو زیر بحث لایا جائے گا۔ اس کے بعد ان احادیث کا یہ تجزیہ کیا جائے گا جن سے عدالت نے اپنے فیصلوں میں استدلال کیا ہے۔ اس کے بعد عدلیہ کے فیصلوں میں پیش نظر رکھے گئے دیگر دلائل کا تجزیہ کیا جائے گا اور آخر میں فقہی جزئیات کی روشنی می اس مسئلہ کا ممکنہ حل پیش کیا جائے گا۔

خلع کی تعریف اور احکام

خلع کا لغوی معنیٰ ایک چیز کو دوسری چیز سے الگ کرنا، کسی ذمہ داری سے سبک دوش ہو جانا اور لباس کو جسم سے اتار پھینکنا ہے۔ یہ لفظ جب بیوی کے شوہر سے خلع لینے کے معنیٰ میں استعمال ہو تو اس وقت اس کا معنیٰ یہ ہو گا کہ شوہر نے بیوی کو اپنے نکاح سے جدا کر دیا۔[2] قرآن مجید اور احادیث و آثار میں خلع کے احکام مذکور ہیں۔ فقہاء نے کتب فقہ میں ان پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ان مذکورہ تینوں مصادر کی روشنی میں خلع کے چند بنیادی احکام اختصار کے ساتھ درج ذیل ہیں:

1. اگر میاں بیوی یہ سمجھیں کہ اب وہ نکاح کے بنیادی مقاصد کو پورا کرنے میں حدود اللہ کی پابندی نہیں کر پا رہے تو نکاح سے علیحدگی کے لیے طلاق یا خلع کا راستہ اپنا سکتے ہیں۔ خلع کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہوتا ہے۔

2. اگر عورت خاوند کے ساتھ کسی بھی وجہ سے نہ رہنا چاہے تو خلع کی صورت میں وہ شوہر کی طرف سے دیے گئے تمام مہر یا اس میں سے کچھ مال واپس کرنے کی پابند ہو گی۔
3. خلع کے معاملات میاں بیوی کی باہمی رضامندی سے بھی طے پاسکتے ہیں ان کے لیے قاضی کے روبرو ان کا حاضر ہونا ضروری نہیں ہے۔
4. اگر باہمی رضامندی سے معاملات طے نہیں پار ہے اور نوبت عدالتی چارہ جوئی تک پہنچ جائے تو عدالت سب سے پہلے زوجین کے خاندان میں سے ہی ایک ایک فرد کو بطور ثالث مقرر کرے اور یہ دونوں کوشش کریں کہ صلح کی کوئی قابل عمل شکل سامنے آجائے۔ اگر صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکے اور حدود اللہ کی پامالی واضح نظر آرہی ہو تو اب تفریق کے معاملات باہمی طور پر طے کیے جائیں گے۔
5. خلع کی صورت میں ہونے والی تفریق ایک طلاق بائن کے حکم میں ہو گی۔ میاں بیوی چاہیں تو عدت کے اندر ہی دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور اگر عورت کسی اور شخص سے نکاح کرنا چاہے تو عدت کے بعد کر سکتی ہے۔[3]

عدلیہ کے فیصلوں کے دلائل کے اہم نکات

اس وقت خلع کے حوالے سے جتنے بھی عدالتی فیصلے ہیں ان کی بنیاد 1959ء میں لاہور ہائی کورٹ کے مسماۃ بلقیس فاطمہ بنام نجم الاکرام قریشی کیس میں دیا گیا فیصلہ ہے۔[4] اس کے بعد 1964ء میں خورشید بی بی کیس میں پاکستان سپریم کورٹ نے لاہور ہائی کورٹ کے مذکورہ فیصلے کو ہی اختیار کیا ہے۔[5]

ان دونوں فیصلوں میں عدالت نے شوہر کی رضامندی کے بغیر عورت کی درخواست پر بربنائے خلع نکاح کو فسخ کرنے کی رائے اپنائی ہے۔ اس رائے کے قائلین نے اسے درج ذیل نکات کی بناء پر اختیار کیا ہے:

1. آیت کریمہ کے الفاظ فان خفتم[6] میں خطاب حکام وقت کو ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر قاضی کے پاس خلع کا کیس دائر ہو اور اسے شوہر کی رضامندی کے بغیر تفریق کے فیصلے کا اختیار نہ ہو تو پھر قاضی کے پاس کیس لانے کا کوئی فائدہ ہی نہیں رہتا۔
2. خورشید بی بی کیس میں عدالت عظمیٰ نے یہ دلیل دی ہے کہ آیت کریمہ میں جہاں خلع کا ذکر ہے وہاں کہیں بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ شوہر کی رضامندی خلع میں ضروری ہے۔[7]
3. حضرت جمیلہ کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت اور ان کے درمیان ان کی رضامندی کے بغیر ہی تفریق کا فیصلہ فرمایا
4. جس طرح مرد کو طلاق کا اختیار غیر مشروط طور پر حاصل ہے اسی طرح عورت کو بھی خلع کا حق غیر مشروط طور پر حاصل ہے۔ یہ دونوں حقوق متوازی ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ خلع کا حق شوہر کی رضامندی پر موقوف رکھا جائے، کیونکہ اگر ایسا کیا گیا تو دونوں حقوق کے درمیان توازن ختم ہو جائے گا۔
5. خورشید بی بی کیس میں عدالت نے حضرت بریرہ کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت بریرہ نے آزاد ہونے کے بعد اپنے شوہر سے تفریق اختیار کر لی اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ فیصلہ واپس لینے کا مشورہ دیا اور ان پر اس بارے میں کوئی جبر نہیں فرمایا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب عورت اپنے شوہر سے تفریق کا فیصلہ کرلے تو اس میں شوہر کی رضامندی ضروری نہیں ہو گی اور نہ ہی

کوئی اس عورت پر جبر کر سکتا ہے۔

6. عدالت نے طلاق اور خلع کے مختلف ہونے کے حوالے سے علامہ شوکانی(1250ھ) کے اس موقف کو اپنایا ہے کہ خلع طلاق سے مختلف ہے۔طلاق میں شوہر کی رضامندی اور اس کی طرف سے الفاظ طلاق کا استعمال ضروری ہے لیکن خلع فسخ نکاح ہے جس میں شوہر کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔[8]

عدلیہ کے ان دلائل کا ترتیب وار تجزیہ کرنے سے پہلے ان احادیث کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے جنہیں عدلیہ نے بلا رضائے زوج خلع کے یک طرفہ فیصلہ میں بنیادی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے خلع حاصل کرنے کے واقعات کا تعدد

احادیث کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت ثابت سے خلع لینے والی دو عورتیں تھیں۔ایک حضرت جمیلہ اور دوسری حضرت حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہما۔اگرچہ بعض علما نے مختلف نام مذکور ہونے کی بنا پر ان روایات کو مضطرب المتن[9] قرار دیا ہے لیکن جمہور علما کا موقف یہی ہے کہ یہ دو مختلف خواتین تھیں اور دونوں نے حضرت ثابت سے خلع لے لیا تھا۔شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کے جواز کے قائلین نے حضرت جمیلہ والے واقعہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت کی رضامندی کے بغیر ہی تفریق کا فیصلہ صادر فرمایا تھا۔سطور ذیل میں ہم دونوں واقعات سے متعلق احادیث کا الگ الگ مطالعہ اور تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا کے خلع حاصل کرنے کی روایات اور ان کا تجزیہ

صحیح بخاری میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلاَ دِينٍ، وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الكُفْرَ فِي الإِسْلاَمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟" قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اقْبَلِ الحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً."[10]

ترجمہ: حضرت ثابت بن قیس کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں ثابت بن قیس کے اخلاق یا دین کے حوالے سے اس پر غصہ نہیں ہوں لیکن میں اسلام میں رہتے ہوئے کفر (شوہر کی نافرمانی) کو ناپسند کرتی ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: کیا تم اس کو اس کا باغ واپس کر دو گی؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باغیچہ واپس لے لو اور اسے طلاق دے دو۔

اس روایت میں خاتون کا نام مذکور نہیں ہے، لیکن اس سے اگلی روایت میں عبد اللہ بن ابی کی بہن کا ذکر ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس کو حکم فرمایا کہ اسے طلاق دے دو۔[11]

ایک اور روایت میں اس خاتون کا نام جمیلہ ذکر کیا گیا ہے اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس کو حکم دیا تو انہوں نے اس خاتون کو طلاق دے دی۔[12]

سنن نسائی میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں موجود ہے:

"أَنَّ ثَابِتَ بْنَ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ ضَرَبَ امْرَأَتَهُ فَكَسَرَ يَدَهَا، وَهِيَ جَمِيلَةُ بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ، فَأَتَى أَخُوهَا يَشْتَكِيهِ إِلَى

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ثَابِتٍ فَقَالَ لَهُ: "خُذِ الَّذِي لَهَا عَلَيْكَ وَخَلِّ سَبِيلَهَا"، قَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَتَرَبَّصَ حَيْضَةً وَاحِدَةً، فَتَلْحَقَ بِأَهْلِهَا"[13]

ترجمہ: حضرت ثابت بن قیس نے اپنی بیوی کو پیٹا اور اس کا ہاتھ توڑ دیا۔ وہ بیوی جمیلہ عنھا بنت عبد اللہ بن ابی تھی۔ یہ اپنے بھائی کے پاس آئیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حضرت ثابت کی شکایت کر سکے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت کو بلایا اور ان سے فرمایا: وہ مال لے لو جو اس کا تمہارے ذمہ تھا اور اس کو طلاق دے دو۔ ثابت نے عرض کی: جی ٹھیک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جمیلہ کو حکم فرمایا کہ وہ ایک حیض کا عرصہ ٹھہری رہے اور پھر اپنے خاندان میں واپس چلی جائے۔

نسائی کی اس روایت میں دو باتیں محل نظر ہیں: اول یہ کہ جمیلہ، عبد اللہ بن ابی کی بہن تھی بیٹی نہ تھی۔ دوسرا یہ کہ دیگر اسناد سے مروی اس واقعہ میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت ثابت نے اسے زدو کوب کیا تھا بلکہ وہاں اخلاق و دین کے اعتبار سے کوئی شکوہ کرنے کی بجائے حضرت ثابت کے خوش شکل نہ ہونے کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (852ھ) ان دونوں امور کی تحقیق و تنقیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وقد اعتضد بقول أهل النسب أن اسمها جميلة وبه جزم الدمياطي وذكر أنها كانت أخت عبد الله بن عبد الله بن أبي."[14]

ترجمہ: علمائے نسب کا یقین ہے کہ ان کا نام جمیلہ تھا اور دمیاطی نے بھی اسی بات پر اعتبار کیا ہے اور ان کے بقول وہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی کی بہن تھیں۔

مذکورہ بالا محل نظر امور میں سے دوسرے امر کی وضاحت کرتے ہوئے ابن حجر فرماتے ہیں:

"تقدم من رواية النسائي أنه كسر يدها فيحمل على أنها أرادت أنه سيء الخلق لكنها ما تعيبه بذلك بل بشيء آخر وكذا وقع في قصة حبيبة بنت سهل عند أبي داود أنه ضربها فكسر بعضها لكن لم تشكه واحدة منهما بسبب ذلك بل وقع التصريح بسبب آخر وهو أنه كان دميم الخلقة"[15]

ترجمہ: نسائی کی روایت میں یہ بات گزری ہے کہ حضرت ثابت نے اپنی بیوی (جمیلہ) کا ہاتھ توڑ دیا تھا۔ اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ جمیلہ کی مراد یہ تھی کہ اس کا شوہر بد اخلاق تو ہے لیکن وہ اس وجہ سے اس پر عیب زنی نہیں کرتی بلکہ کسی اور وجہ سے وہ اسے ناپسند کرتی ہے۔ حبیبہ بنت سھل کا واقعہ جو ابو داؤد سے مروی ہے اس میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ حضرت ثابت نے اپنی بیوی کو زدو کوب کر کے اس کا کوئی عضو توڑ دیا تھا، لیکن ان دونوں خواتین میں سے ایک نے بھی حضرت ثابت کی شکایت اس مار پیٹ کے سبب نہیں کی بلکہ (تفریق کی) تصریح کسی اور وجہ سے واقع ہوئی ہے اور وہ یہ کہ آپ خوش شکل نہ تھے۔

ان عبارات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن روایات میں جمیلہ کے واقعہ میں مار پیٹ کا تذکرہ ہے وہاں راوی کو وہم لاحق نہیں ہوا کہ اس نے حبیبہ بنت سھل کا نام لینے کی بجائے جمیلہ کا نام لیا ہو۔ تاحال جتنی بھی روایات ذکر کی گئی ہیں ان سب میں یہ واضح ہوتا ہے کہ جمیلہ کے واقعہ میں بھی تفریق کے وقت حضرت ثابت موجود تھے اور خود انہی کو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں۔ سنن ابن ماجہ میں جمیلہ کے خلع لینے کا واقعہ مذکور ہے لیکن اس میں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت کو بلا کر تفریق کا فیصلہ صادر فرمایا تھا یا ان کی غیر موجودگی میں ہی یہ فیصلہ کیا گیا تھا صرف اتنا مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق فرما دی[16]

اور خورشید بی بی کیس میں عدالت نے ابن ماجہ کی اسی مجمل روایت کو بنیاد بنا کر شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کے فیصلے کو جائز قرار دیا ہے۔[17]

مصنف عبد الرزاق میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

" فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَابِتًا، فَأَخَذَ حَدِيقَتَهُ، وَفَارَقَهَا، وَهِيَ جَمِيلَةُ بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيِّ ابْنِ سَلُولٍ."[18]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت کو بلوایا اور انہوں نے اپنا باغ واپس لے کر اسے جدا کر دیا۔ وہ عورت جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی بن سلول تھی۔

مذکورہ روایت میں اس بات کا واضح ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت کو اپنے پاس بلوا بھیجا اور انہوں نے خود طلاق دی۔

طبرانی کی روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"وفرق رسول الله صلى الله عليه وسلم بينهما"[19] رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں میں تفریق فرمادی۔

مذکورہ روایات میں ظاہری تعارض اور تطبیق

حضرت جمیلہ کے خلع لینے سے متعلق جتنی بھی روایات گزری ہیں ان میں سے اکثر میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت کو حکم فرمایا کہ اپنی بیوی سے باغ لے لو اور اسے چھوڑ دو۔ طبرانی کی روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق فرمادی۔ بیہقی نے السنن الکبریٰ میں دونوں صورتوں پر مبنی روایت ذکر کی ہے۔[20]

بیہقی کی ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ثابت کی عدم موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے تفریق کا فیصلہ فرمادیا۔ جب انہیں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے سے آگاہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کرتا ہوں۔[21]

یہ کیفیت بظاہر تعارض کو سامنے لا رہی ہے لیکن درحقیقت یہ تعارض ہے ہی نہیں۔ دونوں مفاہیم پر مبنی روایات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جب یہ کیس دائر کیا گیا تو اس وقت حضرت ثابت وہاں موجود نہیں تھے۔ رسول اللہ ﷺ شکایت سن کر اس نتیجے پر پہنچے کہ ان دونوں کے درمیان تفریق کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت ثابت کو اپنا یہ فیصلہ سنایا کہ اسے طلاق دے دو اور مہر میں دیا گیا باغ واپس لے لو۔ حضرت ثابت نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے بیوی کو طلاق دے دی۔ رسول اللہ ﷺ کا ان تک یہ پیغام پہنچانا کہ " میں نے تفریق کا فیصلہ کیا ہے اس لیے تم اسے طلاق دے دو" یہ بذات خود اس بات کی نفی کرتا ہے کہ اس فیصلے میں شوہر کی رضامندی اور اس کو اطلاع دیے بغیر ہی تفریق کا فیصلہ کر دیا گیا ہوگا۔ یہ تطبیق کی وہ صورت ہے جس میں تمام روایات میں موجود ظاہری تعارض رفع ہو جاتا ہے۔

اسی روایت کو عدلیہ نے اپنے فیصلوں کی بنیاد بنایا، سابقہ تفصیل سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہ رائے اس کیس کی فقط ایک دو روایات کو ہی سامنے رکھ کر اختیار کی گئی ہے۔ اگر اس روایت کی دیگر اسناد کو بھی تلاش کرکے نتیجہ نکالا جاتا تو یقیناً ان قائلین کی یہ رائے نہ ہوتی۔

حضرت حبیبہ بنت سھل رضی اللہ عنھا کے خلع لینے کی روایات اور ان کا تجزیہ

حضرت حبیبہ بنت سہل بھی حضرت ثابت بن قیس کے نکاح میں تھیں۔ ان کے خلع لینے کا واقعہ متعدد روایات میں آیا ہے۔ سنن ابو داؤد میں یہ واقعہ ان الفاظ سے مذکور ہے:

"أن حبيبة بنت سهل، كانت عند ثابت بن قيس بن شماس فضربها فكسر بعضها، فأتت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الصبح، فاشتكته إليه، فدعا النبي صلى الله عليه وسلم ثابتا، فقال: "خذ بعض مالها، وفارقها" ، فقال: ويصلح ذلك يا رسول الله؟، قال: "نعم" ، قال: فإني أصدقتها حديقتين، وهما بيدها، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "خذهما وفارقها"، ففعل"[22]

ترجمہ: حبیبہ بنت سہل حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے انہیں مارا پیٹا تو ان کے جسم کا کوئی عضو ٹوٹ گیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں فجر کے بعد حاضر ہوئیں اور حضرت ثابت کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت کو بلوایا اور ارشاد فرمایا: "اس سے کچھ مال لے کر اسے طلاق دے دو! انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ بات درست ہو گی؟ (کہ میں اپنی بیوی سے مال لے کر اسے طلاق دوں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں"۔ حضرت ثابت نے عرض کی کہ میں نے تو انہیں دو باغ مہر میں دے رکھے ہیں اور وہ دونوں ان کے قبضے میں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں باغ لے لو اور اسے طلاق دے دو۔ چنانچہ حضرت ثابت نے ایسا ہی کیا۔

سنن نسائی میں بھی اس واقعہ کو ان سے ملتے جلتے الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے[23] ابو داؤد اور نسائی کی ان روایات میں حضرت حبیبہ بنت سہل کے خلع لینے کے واقعہ میں حضرت ثابت بن قیس کی موجودگی کا صراحتاً ذکر ملتا ہے، البتہ ابن ماجہ کی روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق فرمادی۔ ابن ماجہ میں یہ الفاظ مذکور ہے:

فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[24] رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق فرمادی۔

اس روایت میں حضرت ثابت بن قیس کے موجود ہونے یا نہ ہونے کی کوئی تصریح نہیں ملتی۔ اور نہ ہی خود ان کے طلاق دینے کا تذکرہ ملتا ہے۔ لیکن اگر اس واقعہ کی بھی تمام اسناد کو ملا کر تجزیہ کیا جائے تو یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ابن ماجہ کی روایت میں کسی قدر اجمال ہے اور دیگر اسناد سے مروی یہی واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ حضرت ثابت بن قیس نہ وہاں موجود تھے اور ان کی رضامندی سے یہ تفریق واقع ہوئی تھی۔ جیسا کہ بیہقی نے السنن الکبریٰ میں اس واقعے کا آخری حصہ اس طرح بیان کیا ہے:

قال:"فهل لك أن تأخذ بعض مالك وتترك لها بعضه؟ "قال: هل يصلح ذلك يا رسول الله؟ قال: " نعم " فأخذ إحداهما ففارقها"۔ [25]

اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تفریق بین الزوجین کا حکم شوہر کی رضامندی سے فرمایا تھا۔

ایک اشکال اور اس کا ازالہ

خلع کے مذکورہ فیصلوں کے حوالے سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت کو یہ حکم فرمایا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو اور انہوں نے حکم نبوی کے مطابق طلاق دے دی تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ یہ خلع شوہر کی رضامندی کے ساتھ ہوا تھا؟ مولانا مودودی نے اپنی کتاب حقوق الزوجین میں اس کی نشان دہی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اگر عورت خلع مانگے اور مرد اس پر راضی نہ ہو تو قاضی اس کو حکم دے گا کہ اسے چھوڑ دے۔ تمام روایات میں یہی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین نے ایسی صورتوں میں مال قبول کر کے عورت کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ اور قاضی کا حکم بہر حال یہی معنی رکھتا ہے کہ محکوم علیہ اس کے بجالانے کا پابند ہے۔ حتیٰ کہ اگر وہ بجانہ لائے تو قاضی اس کو قید کر سکتا ہے۔ شریعت میں قاضی کی حیثیت صرف ایک مشیر کی نہیں ہے کہ اس کا حکم مشورہ کے درجہ میں ہو اور محکوم علیہ کو اس کے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار ہو۔ قاضی کی اگر یہ حیثیت ہو تو لوگوں کے لیے اس کی عدالت کا دروازہ کھلا ہونا محض بے معنیٰ ہے۔"[26]

اس اشکال کے ازالے کے لیے درج ذیل امور توجہ کے متقاضی ہیں

1. رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت کو جو حکم ارشاد فرمایا تھا اس کے بارے میں شارحین حدیث کا کہنا ہے کہ یہ حکم بر سبیل وجوب نہیں بلکہ یہ ایک بہتر فیصلے کو اختیار کرنے کا امر تھا۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"قوله اقبل الحديقة وطلقها تطليقة هو أمر إرشاد وإصلاح لا إيجاب"۔ [27]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ باغ قبول کر لو اور اسے طلاق دے دو یہ حکم بطور اصلاح و بہتری کی راہ دکھانے کے ہے نہ کے بطور وجوب۔

2. بالفرض رسول اللہ ﷺ کا حضرت ثابت کو طلاق کا حکم فرمانا بر سبیل وجوب ہی ہو تو بھی اس سے یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ خلع شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی جائز ہے، بلکہ اس سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شوہر راضی نہ ہو تو بھی قاضی پر لازم ہے کہ اسے فیصلہ ماننے پر مجبور کرے۔ شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کا ثبوت تب ہو سکتا تھا جب حضرت ثابت یہ کہتے کہ میں یہ فیصلہ نہیں مانتا اور رسول اللہ ﷺ فرمادیتے کہ میں نے قاضی کی حیثیت سے یہ فیصلہ کر دیا ہے اس لیے تم تسلیم کرو یا نہ کرو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن کسی روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا۔

3. عہد نبوی ﷺ میں خلع لینے کے دو واقعات مشہور ہیں اور دونوں مواقع پر حضرت ثابت بن قیس نے فیصلہ ماننے سے انکار نہیں کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو انہیں مجبور کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ اس سے یہ موقف تو درست معلوم نہیں ہوتا کہ مرد کے راضی نہ ہونے پر قاضی کا اسے اپنا حکم ماننے پر مجبور کرنا رسول اللہ ﷺ کے فیصلے سے ثابت ہے۔

یہ بجا کہ قاضی کی حیثیت فقط مشیر کی نہیں ہے لیکن عہد نبوی اور خلفائے راشدین کے دور میں قاضی کی طرف سے یہ اقدام دیکھنے میں نہیں آیا کہ شوہر کے راضی نہ ہونے کو درخور اعتناء نہ سمجھتے ہوئے خود ہی یہ فیصلہ صادر کیا گیا ہو بلکہ اس کے برعکس یہ بات سامنے آتی ہے کہ شوہر کو مجبور کیا گیا کہ تم نے ہر حال میں یہ فیصلہ تسلیم کرنا ہے۔ گزشتہ بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلع کی صورت میں شوہر کی رضامندی کے بغیر یک طرفہ فیصلہ درست نہیں ہے۔ آئندہ سطور میں عدالت عظمیٰ کے دلائل کا تجزیہ فقہا کی آراء کی روشنی میں کیا جائے گا۔

عدالت کے دلائل کا تجزیہ

1. اللہ تعالیٰ نے نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہونے کا ذکر فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: بیده عقدة النكاح۔[28]

جن فقہاء نے قاضی کے فیصلے کے باوجود بھی خلع میں شوہر کی رضامندی کو ضروری قرار دیا ہے ان کا استدلال آیت کریمہ کے اسی حصے سے ہے۔

2. آیتِ خلع فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ[29] سے عدالت نے یہ استدلال کیا ہے کہ فان خفتم کے الفاظ سے خطاب حکام وقت کو ہے اس لیے اگر عدالت کے نزدیک یہ ثابت ہو جائے کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اس صورت میں شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی عدالت تفریق کا فیصلہ دے سکتی ہے۔

یہ استدلال بھی درست دکھائی نہیں دیتا، کیونکہ آیت کریمہ میں فلا جناح علیھما کے الفاظ بتاتے ہیں کہ تفریق کا یہ فیصلہ میاں بیوی کی باہمی رضامندی سے ہو گا۔ فان خفتم اور فلا جناح علیھما کے الفاظ کا باہمی ربط یہی بتاتا ہے کہ حکام وقت خلع کے ذریعہ ہونے والی اس تفریق میں سہولت کار تو ہوں گے لیکن کسی بھی مقتدر ادارے یا فرد کو تفریق کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا۔

یہ کہنا کہ اگر عدالت کو تفریق کر دینے کا اختیار ہی نہیں ہے تو پھر کیس عدالت میں لانے کا کیا فائدہ؟ یہ بات درست نظر نہیں آتی۔ کیوں کہ خلفائے راشدین کے عدالتی فیصلے اپنے اختیارات کا تعین کرنے میں ایک اہم قانونی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین نے خلع کے موقع پر شوہر کو پابند بنایا کہ وہ حکمین کا فیصلہ تسلیم کرے۔ اس لیے اب بھی عدالت خلع کے فیصلوں میں شوہر کو تفریق کا فیصلہ ماننے پر مجبور کرے گی نہ کہ از خود تفریق کر دے گی۔

3. عدالت کا صرف ابن ماجہ کی روایت پر ہی فیصلے کی بنیاد رکھنا درست نہیں ہے۔ کیوں کہ جب تمام روایات کو ملا کر دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تفریق شوہر کی مرضی سے ہی کی گئی تھی۔

4. خلع کا حق اگر طلاق کے متوازی ہی ہو تو پھر اس میں طلاق کی طرح عورت کے فوراً خلع کے الفاظ کہہ دینے سے ہی تفریق واقع ہو جانی چاہئے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

5. قرآن مجید نے خلع میں عورت کی طرف سے فدیہ دینے کا ذکر کیا ہے کہ وہ فدیہ دے کر تفریق قبول کرتی ہے اس تفریق میں دونوں میاں بیوی پر کوئی گناہ نہ ہو گا۔ اگر شارع کے نزدیک واقعی خلع طلاق کا متوازی ہوتا تو پھر جس طرح طلاق میں کسی فدیہ کا ہونا شریعت نے مقرر نہیں کیا اسی طرح خلع میں بھی فدیہ مقرر نہیں ہونا چاہئے تھا، لیکن خلع میں فدیہ کا مقرر کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ خلع کو طلاق کے متوازی حق قرار دینا صائب فکر نہیں ہے۔

6. حضرت بریرہ کے شوہر حضرت مغیث ایک غلام تھے۔ خود حضرت بریرہ ایک کنیز تھیں۔ جب یہ آزاد ہوئیں تو انہوں نے اپنا خیار عتق استعمال کرتے ہوئے حضرت مغیث سے علیحدگی اختیار کر لی۔ حضرت مغیث ان سے جدائی کے غم میں گلیوں میں روتے پھرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ کو فرمایا کہ اگر تم مغیث سے رجوع کر لو تو بہتر ہو گا۔ حضرت بریرہ نے عرض کی کہ کیا یہ آپ ﷺ کا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نہیں بلکہ میں سفارش کر رہا ہوں"۔ اس پر انہوں نے عرض کی کہ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔[30]

عدالت نے اس روایت سے یہ استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ کو تفریق کا فیصلہ واپس لینے پر مجبور نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس فیصلے میں شوہر کی رضامندی لی گئی تھی، لہذا اسی پر قیاس کرتے ہوئے خلع میں بھی جب عورت تفریق کا مطالبہ کر دے تو اس میں شوہر کی رضامندی ضروری نہیں ہو گی۔ عرض یہ ہے کہ خیار عتق اور خلع میں باہم کوئی ایسی مشابہت نہیں ہے کہ ایک کو دوسرے پر قیاس کیا جائے بلکہ دونوں امور باہم متفاوت ہیں۔

علاوہ ازیں عدالت کا حضرت بریرہ کے واقعہ سے استدلال اس لیے بھی درست نہیں کہ وہاں رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی کیس دائر نہیں کیا گیا تھا کہ جس سے ہم یہ سمجھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کی طرف سے تفریق کے فیصلے کو برقرار رکھا ہو۔ جب کہ خلع کے مسئلہ میں باقاعدہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کیس دائر کیا گیا تھا جس میں آپ ﷺ نے تفریق کے فیصلہ کو مناسب سمجھا تھا۔

7. خلع کے فسخ نکاح قرار دیے جانے کے موقف کو اپناتے ہوئے عدالت نے یہ قرار دیا کہ چونکہ خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں ہے اس لیے طلاق کی طرح اس میں مرد کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ خلع کو فسخ قرار دینا ان فقہاء کے موقف کی تائید ہے جو خلع کو فسخ نکاح قرار دیتے ہیں، میں عدالت کا اجتہاد یہ ہے کہ فسخ نکاح ہونے کی بناء پر اس میں شوہر کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔ جن فقہاء نے خلع کو فسخ نکاح قرار دیا ہے انہوں نے اس کا یہ نتیجہ نہیں نکالا، بلکہ ان فقہاء کے نزدیک فسخ کا مطلب یہی ہے کہ اس تفریق کے بعد اگر میاں بیوی دوبارہ ساتھ رہنا چاہیں تو وہ نکاحِ جدید کر کے دوبارہ تین طلاقوں کے اختیار کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو سکتے ہیں۔

مسئلہ زیر بحث کا حل فقہی جزئیات کی روشنی میں

اسلام رشتہ ازدواج کو ممکنہ حد تک قائم رکھنے کا حکم دیتا ہے، لیکن جہاں حدود اللہ پامال کی جا رہی ہوں اور بیوی کے حقوق کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے اس رشتے کے مقاصد فوت ہو رہے ہوں تو ایسی صورت میں قرآن مجید نے فریقین کے خاندان سے ہی ایک ایک ثالث مقرر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا[31]

ترجمہ: اور اگر خوف کرو تم ناچاقی کا ان کے درمیان تو مقرر کرو ایک ثالث مرد کے خاندان سے اور ایک ثالث عورت کے خاندان سے، اگر وہ ارادہ کریں گے صلح کرانے کا تو موافقت پیدا کر دے گا اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہر بات سے خبر دار ہے۔

خاندان سے تعلق رکھنے والے ثالث مقرر کرنے کی غرض وغایت یہ ہے کہ یہ دونوں اپنے اپنے فریق کے مزاج شناس ہوں گے اور اس کے جائز حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے رشتے کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے۔ اگر حکمین تفریق بین الزوجین کے فیصلہ پر پہنچتے ہیں لیکن شوہر اس فیصلے پر راضی نہیں ہے تو کیا ایسی صورت میں تفریق کا فیصلہ درست ہو گا یا نہیں ہو گا؟

شوہر کی رضامندی کے بغیر زوجین میں تفریق کے جواز وعدم جواز میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں۔ ابن حجر عسقلانی کرتے ہیں:

"فقہاء کا اس صورت میں اختلاف ہے کہ جب حکمین میاں بیوی کے درمیان فرقت پر راضی ہوں۔ مالک، اوزاعی اور اسحاق کا کہنا ہے کہ یہ فرقت زوجین کی طرف سے فرقت کا وکیل نہ بنانے اور اس کی اجازت نہ دینے کے باوجود بھی واقع ہو جائے گی۔ علمائے کوفہ، امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ فرقت کے فیصلہ کے لیے حکمین کو اجازت کی ضرورت ہے۔ امام مالک اور ان کے قول کی اتباع کرنے والے اس صورت کو عنین اور مولی کی صورت کے ساتھ ملحق کرتے ہیں کہ حاکم وقت ان دونوں کے خلاف طلاق کا فیصلہ دے دیتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہو گا۔ نیز یہ بھی کہ جب حکم بھیجنے کے حکم کے مخاطب حکام وقت ہیں اور انہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ حکمین بھیجیں

تو یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میاں بیوی کو اکٹھے رکھنے یا ان کے درمیان تفریق کرنے کا فیصلہ بھی انہی کے سپرد ہوگا۔ باقی فقہاء نے اصل پر رہتے ہوئے موقف اختیار کیا ہے اور وہ اصل یہ ہے کہ طلاق کا اختیار شوہر کے پاس ہے۔ اگر وہ طلاق کی اجازت دے تو ٹھیک و گرنہ حاکم وقت خود ہی طلاق دے گا۔"[32] بعینہ یہی عبارت علامہ عینی نے بھی عمدۃ القاری میں ذکر کی ہے۔[33]

وأنهما إِذا اخْتلفَا لم ينفذ قَوْلهمَا، وَإِن اتفقَا نفذ فِي الْجَمِيع بَينهمَا من غير تَوْكِيل.

وَاخْتلفُوا فِيمَا إِذا اتفقَا على الْفرْقَة، فَقَالَ مَالك وَالْأَوْزَاعِيّ وَإِسْحَاق: ينفذ من غير تَوْكِيل وَلَا إِذن من الزَّوْجَيْنِ، وَقَالَ الْكُوفِيُّونَ وَالشَّافِعِيّ وَأحمد: يحتاجان إِلَى الْإِذْن، لِأَن الطَّلَاق بيد الزَّوْج، فَإِن أذن فِي ذَلِك وإِلاَّ فالحاكم طلق عَلَيْهِ

اس عبارت کے آخری الفاظ قابل توجہ ہیں کہ جو فقہاء حکمین کے بلا اجازتِ زوج تفریق کے قائل نہیں ان کے نزدیک اس صورت میں حکمین کو تفریق کا اختیار نہیں ہوگا البتہ اگر حکمین اس نتیجے پر پہنچے ہوں کہ اس مسئلہ کا حل طلاق کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور شوہر پھر بھی طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو حاکم وقت شوہر کی رضامندی کے بغیر ہی طلاق واقع کر دے گا۔ البتہ بلا اذنِ زوج حکمین کے تفریق کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ مزید وضاحت اور تحقیق و تنقیح کے لیے ہم مذاہب اربعہ کی کتبِ فقہ سے عبارات نقل کر کے نتیجہ بحث پیش کرتے ہیں۔

احناف کا موقف

گزشتہ عبارت میں علمائے کوفہ سے مراد احناف ہیں احناف کا موقف بیان کرتے ہوئے ابن الھمام نے اس مسئلے پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک میاں بیوی کو اکٹھا رکھنے اور ان میں تفریق کر دینے کے بارے میں حکمین کا قول اسی صورت میں نافذ ہوگا جب انہیں اس کا وکیل بنایا گیا ہو۔ صحیح ترین روایت کے مطابق امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ علاوہ ازیں عطاء، قتادہ، حسن اور ابو ثور کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک کا قول ہے کہ اس معاملے میں حکمین کا قول انہیں وکیل نہ بنائے جانے کی صورت میں بھی نافذ ہوگا۔ امام اوزاعی اور اسحاق کا قول بھی یہی ہے اور یہی موقف حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنھما سے بھی مروی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جب حاکم وقت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ طلاق دے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ زوجین میں سے کسی کے مال سے کسی کو بری کرے تو پھر اس کے نائب کا فیصلہ کرنا کیسے جائز ہوگا؟"[34]

بعد ازاں ابن الھمام نے ابو بکر جصاص رازی (370ھ) کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ اگر زوجین کے درمیان معاملات سنگین نوعیت اختیار کر جائیں تو عورت اپنا کیس سلطان کے پاس لے جائے۔ سلطان فریقین کے خاندان سے ایک ایک حکم مقرر کرے گا۔ پھر زوجین میں سے جس کی طرف سے زیادتی پائی جا رہی ہو گی یہ حکمین اسے سلطان کے پاس لے جائیں گے اور وہی اس زیادتی کے تدارک کی تدبیر کرے گا اور صرف حاکم ہی زوجین کے درمیان تفریق کرنے اور ان کے معاملے میں غور و فکر کا مختار ہوگا اور حاکم انہیں اکٹھا رکھنے یا ان میں تفریق کرنے میں سے اسی پہلو کو اختیار کرے گا جس پر زوجین متفق ہوں گے۔[35]

صاحبِ فتح القدیر کی اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف کا موقف وہ نہیں ہے جس کی طرف حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اشارہ کیا ہے۔ احناف اس معاملے میں شوہر کی رضامندی کے بغیر حاکم کے خود بخود طلاق واقع کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے۔

مالکیہ کا موقف

مالکیہ نے تفریق بین الزوجین کے مسئلہ میں سلطان کے وسیع اختیارات کو تسلیم کیا ہے، تاہم ان کی آراء کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی سلطان کے وسیع اختیارات کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ شوہر کی عدم موجودگی میں ہی تفریق کا فیصلہ نافذ کر دیا جائے۔ مالکیہ نے اپنے موقف کے حق میں حضرت علی کی عدالت میں پیش ہونے والے ایک کیس کا حوالہ دیا ہے جس میں شوہر نے حکمین کی طرف سے تفریق کا فیصلہ قبول کرنے سے انکار کیا تھا لیکن حضرت علی نے اسے مجبور کیا کہ وہ تفریق کا فیصلہ بھی قبول کرے گا۔ ابن رشد مالکیہ کا موقف اور دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَقَالَ مَالِكٌ وَأَصْحَابُهُ: يَجُوزُ قَوْلُهُمَا فِي الْفُرْقَةِ وَالِاجْتِمَاعِ بِغَيْرِ تَوْكِيلِ الزَّوْجَيْنِ وَلَا إِذْنٍ مِنْهُمَا فِي ذَلِكَ. وَحُجَّةُ مَالِكٍ مَا رَوَاهُ مِنْ ذَلِكَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ فِي الْحَكَمَيْنِ: إِلَيْهِمَا التَّفْرِقَةُ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ وَالْجَمْعُ. وَحُجَّةُ الشَّافِعِيِّ، وَأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ الطَّلَاقَ لَيْسَ بِيَدِ أَحَدٍ سِوَى الزَّوْجِ أَوْ مَنْ يُوَكِّلُهُ الزَّوْجُ"[36]

ترجمہ: امام مالک اور ان کے اصحاب کا قول ہے کہ زوجین کی طرف سے توکیل اور اذن نہ بھی ہو تو تب بھی انہیں اکٹھا رکھنے اور ان کے درمیان تفریق کرنے کے بارے میں حکمین کا قول نافذ ہو گا۔ امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے کہ شوہر کی طرف سے حکمین کو تفریق کا اختیار دینے کی صورت میں ہی حکمین کی طرف سے تفریق جائز ہو گی۔ امام مالک کی دلیل حضرت علی سے مروی روایت ہے کہ انہوں نے حکمین کے بارے میں فرمایا: "انہیں زوجین کے درمیان تفریق کرنے اور اکٹھا رکھنے کا اختیار ہو گا"۔ امام شافعی اور ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اصل یہی ہے کہ طلاق کا اختیار شوہر کے علاوہ کسی کے ہاتھ میں نہیں ہوتا یا پھر اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے جسے شوہر نے وکیل بنایا ہو۔

حضرت علی کے جس واقعہ سے مالکیہ نے استدلال کیا ہے وہ دار قطنی نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

"عَنْ عَبِيدَةَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ {وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا}[37] قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَامْرَأَةٌ إِلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنهُمَا فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَأَمَرَهُمْ فَبَعَثُوا حَكَمًا مِن أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِن أَهْلِهَا وَقَالَ لِلْحَكَمَيْنِ: هَل تَدرِيَانِ مَا عَلَيْكُما إِنْ رَأَيْتُمَا أَنْ تُفَرِّقَا أَنْ تُفَرِّقَا فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ: رَضِيتُ بِكِتَابِ اللَّهِ بِمَا عَلَيَّ فِيهِ وَلِيَّ وَقَالَ الرَّجُلُ: أَمَّا الْفُرْقَةُ فَلَا فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ كَذَبْتَ وَاللَّه حَتَّى تُقِرَّ بِمِثْلِ الَّذِي أَقَرَّتْ بِهِ"۔[38]

ترجمہ: حضرت عبیدہ سے قرآن مجید کی اس آیت:وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا کی تفسیر میں مروی ہے کہ ایک مرد اور عورت حضرت علی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ لوگوں کا ایک بہت بڑا جتھا تھا۔ حضرت علی نے انہیں حکم فرمایا تو ان لوگوں نے ایک ثالث مرد کی جانب سے اور ایک ثالث عورت کی طرف سے مقرر کیا۔ حضرت علی نے حکمین سے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری کیا ذمہ داری ہے؟ تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ اگر تم تفریق کو بہتر خیال کرو تو تفریق کر دینا۔ یہ سن کر عورت نے کہا: "کتاب اللہ کے مطابق جو میرا حق ہو اور جو مجھ پر عائد ہو میں اس پر راضی ہوں"۔ مرد نے کہا: "تفریق پر تو میں راضی نہیں ہوں گا" حضرت علی نے فرمایا: "واللہ تم نے جھوٹ کہا حتی کہ تم بھی اسی طرح اقرار کر لو جس طرح عورت نے اقرار کیا ہے"۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حاکم وقت شوہر کو مجبور کر سکتا ہے کہ وہ تفریق کا فیصلہ بھی قبول کرے۔ مالکی فقہاء کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اگر شوہر تفریق پر راضی نہ بھی ہو تو پھر بھی حکمین اور حاکم وقت طلاق کا فیصلہ دے سکتے ہیں۔ ابن عبد البر لکھتے ہیں:

"وتفريقهما جائز على الزوجين وسواء وافق حكم قاضي البلد أو خالفه وكلهما الزوجان أو لم يوكلاهما"۔[39]

زوجین کے بارے میں حکمین کا تفریق کا فیصلہ دینا جائز ہو گا چاہے وہ اس علاقے کے قاضی کے فیصلے کے موافق ہو یا مخالف ہو اور چاہے زوجین نے انہیں (تفریق کا) وکیل بنایا ہو یا نہ بنایا ہو۔ابو الولید الباجی لکھتے ہیں:

سماهما حكمين، والحكم لا يحتاج فيما يوقعه من الطلاق إلى إذن الزوج كالوالي[40]

ترجمہ: ثالثی کرانے والے دونوں افراد کو حکم کا نام دیا ہے اور حکم طلاق واقع کرنے میں شوہر کی اجازت کا محتاج نہیں ہوتا جس طرح حاکم وقت اس کا محتاج نہیں ہوتا۔ابن رشد لکھتے ہیں:

"ومالك يشبه الحكمين بالسلطان، والسلطان يطلق بالضرر عند مالك إذا تبين"[41]

ترجمہ: امام مالک حکمین کو سلطان کے مشابہ سمجھتے ہیں اور جب ضرر واضح ہو جائے تو سلطان طلاق دے سکتا ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مالک کے نزدیک اگر ضرر واضح ہو اور زوجین کے درمیان حدود اللہ کو پامال کیے بغیر تعلق کو بحال رکھنا ممکن نظر نہ آرہا ہو تو اس صورت میں شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی حاکم وقت طلاق واقع کر سکتا ہے۔

اس موقف پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جس دلیل سے انہوں نے استدلال کیا ہے اس میں حضرت علی نے شوہر کو تفریق کا فیصلہ ماننے پر مجبور کیا ہے۔جب کہ مالکی فقہاء کی عبارات سے مترشح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اگر شوہر راضی نہ بھی ہو تو حاکم وقت طلاق واقع کر سکتا ہے۔یوں دلیل اور اس سے اخذ کیے گئے حکم میں تضاد پایا جاتا ہے۔مالکیہ کی رائے سے اختلاف رکھنے والے فقہاء نے اس امر کی نشان دہی کی ہے کہ حضرت علی کا شوہر سے اقرار کرانا اس بات کی دلیل ہے کہ تفریق کا دارومدار شوہر کی رضامندی پر ہی ہے۔امام بغوی لکھتے ہیں:

"فَإِن عليا، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، حِين قَالَ الرجلُ: أَمَّا الْفرْقَة، فَلَا، قَالَ: كذبتَ حَتَّى تُقرَّ بِمثل الَّذِي قرت بِهِ، فَثَبت أَن تَنْفِيذ الْأَمر مَوْقُوف على إِقْرَاره وَرضَاهُ"[42]

ترجمہ: جب اس آدمی نے یہ کہا کہ تفریق کا فیصلہ میں قبول نہیں کروں گا تو اس وقت حضرت علی کا اس سے یہ فرمانا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو حتیٰ کہ تم بھی اسی طرح کا اقرار کر لو جس طرح اس عورت نے اقرار کیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تفریق کے معاملے کا نفاذ شوہر کے اقرار اور اس کی رضامندی پر ہی موقوف ہے۔

مالکیہ کے موقف اور دلیل کے تضاد کے پیش نظر مقالہ نگار کی رائے

مذکورہ بالا تصریحات کے پیش نظر مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ عام حالات میں جب شوہر میں تعنُّت کے آثار نہ ہوں اور یہ واضح ہو کہ وہ عدالت کے دباؤ ڈالنے پر طلاق دینے کے لیے آمادہ ہو جائے گا تو ایسی صورت میں دباؤ ڈال کر خود اسی سے ہی تفریق کا اقرار کرایا جائے۔اس طرح حضرت علی سے مروی فیصلے کے مطابق عمل ہو جائے گا۔جب شوہر میں شدید تعنُّت کے آثار واضح ہوں اور محسوس ہو کہ یہ شخص عدالت کے دباؤ میں نہیں آئے گا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے باوجود طلاق پر آمادہ نہ ہو گا تو ایسی صورت میں عدالت خود ہی طلاق واقع کر دے۔اس طرح مالکیہ کی اس رائے پر عمل ہو جائے گا کہ حاکم وقت طلاق واقع کرنے میں شوہر کی اجازت کا محتاج نہیں ہے۔گزشتہ صفحہ پر مذکور ابن رشد کی عبارت سے بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ جب ضرر کا وقوع واضح ہو تو حاکم وقت طلاق واقع کر سکتا ہے۔اس لیے مقالہ نگار کی رائے میں اس ضرر سے مراد دوسرے درجے کا ضرر لیا جائے کہ جس میں شوہر شدید تعنت پر ڈٹا ہوا ہو اور دباؤ کے باوجود بھی

طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو اب اس کی رضامندی کے بغیر ہی حاکم وقت یا عدالت طلاق واقع کر دے۔

شوافع کا موقف

شوہر کی رضامندی کے بغیر طلاق واقع کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے امام شافعی (204ھ) سے دو قول مروی ہیں۔ایک کے مطابق ان کا موقف مالکیہ جب کہ دوسرے کے مطابق احناف کے موافق ہے علامہ ماوردی لکھتے ہیں:

" أحدهما: يصح ذلك من الحكمين بإذن الحاكم من غير توكيل الزوجين نص عليه الشافعي في كتاب الطلاق من أحكام القرآن، وبه قال مالك والقول الثاني: أنه لا يصح من الحكمين إيقاع الفرقة والخلع إلا بتوكيل الزوجين ولا يملك الحاكم الإذن لهما فيه نص عليه الشافعي في كتاب الأم والإملاء وبه قال أبو حنيفة"۔[43]

ترجمہ: پہلا یہ ہے کہ حاکم وقت کی اجازت کے ساتھ حکمین کے لیے ایسا کرنا جائز ہو گا اگر چہ زوجین نے انہیں اس بات کا وکیل نہ بھی بنایا ہو۔امام شافعی نے احکام القرآن میں کتاب الطلاق میں یہ قول لکھا ہے اور یہی امام مالک کا قول بھی ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ زوجین کی جانب سے وکیل بنائے بغیر حکمین کا فرقت اور خلع واقع کرنا درست نہ ہو گا اور حاکم کو بھی ایسی اجازت دینے کا اختیار نہیں ہے۔امام شافعی نے یہ قول کتاب الام میں لکھا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول بھی ہے۔

حنابلہ کا موقف

امام احمد بن حنبل سے بھی اس مسئلہ میں دو قول مروی ہیں۔ایک قول کے مطابق ان کے نزدیک حَکَمین کی حیثیت وکیل کی ہے کہ یہ زوجین کی اجازت اور توکیل کے بغیر ان کے درمیان فرقت کا فیصلہ نہیں کریں گے۔دوسرا قول امام مالک کی موافقت میں ہے کہ حکمین کی حیثیت باقاعدہ حاکم کی ہے کہ زوجین کی طرف سے توکیل کے بغیر بھی حکمین کی طرف سے تفریق کا فیصلہ نافذ العمل ہو گا۔[44]

عصر حاضر میں عدالتی خلع کے معاشرے پر مثبت و منفی اثرات

عدالتی خلع کے فیصلوں کا تجزیہ کرتے ہوئے فقط ایک ہی پہلو کو پیش نظر رکھ کر بحث کرنا درست نہ ہو گا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ان فیصلوں سے ان مقہور و مجبور عورتوں کی دادرسی ممکن ہے جو شوہر اور سسرال کے بے جا ستم کا شکار ہوتی ہیں۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ موجودہ عدالتی طریق کار نے معاشرے میں منفی رویوں کی بھی حوصلہ افزائی کی ہے۔ایک عورت شوہر سے اپنے فطری جذبہ کی تسکین کی بجائے غیر شرعی راہ اپناتے ہوئے کسی غیر مرد کے ساتھ تعلقات استوار کرتی ہے اور اپنے شوہر سے خلاصی کی راہیں تلاش کرتی ہے کہ وہ عدالت میں خلع کا کیس دائر کرتی ہے۔شوہر کا غلط پتہ لکھوایا جاتا ہے اور پھر عدالت کی طرف سے اسی غلط پتہ پر شوہر کے نام سمن جاری ہوتا ہے اور شوہر کو علم بھی نہیں ہوتا۔ تین سمن بھیجنے کے بعد عدالت شوہر کی عدم موجودگی کو اس کی طرف سے عناد اور تعنت سمجھ کر تفریق کا فیصلہ کر دیتی ہے۔یوں بے راہ روی کو شرعی نہ سہی لیکن قانونی سہارا ضرور مل جاتا ہے جس میں عدالت کو بہت برے طریقے سے گمراہ کیا جاتا ہے۔اِفتا کے میدان سے تعلق رکھنے والے احباب اس حقیقت کا بخوبی ادراک رکھتے ہوں گے کہ بارہا ایسے کیسز دار الافتا میں شرعی راہ نمائی کے لیے پیش کیے جاتے ہیں جن میں بیوی نے مذکورہ بالا طریقے سے عدالت کو غلط صورت حال بتا کر خلع حاصل کی ہوتی ہے۔اس صورت حال سے نمٹنا عدالت کے لیے چنداں مشکل نہیں ہے۔عدالت کے پاس قوت اور اختیارات موجود ہیں۔وہ مدعی علیہ کو گر[45]فتار کرا کے بھی عدالت میں حاضر کر کے اصل صورت حال معلوم کر سکتی ہے۔اس لیے بہتر ہو گا کہ عدالت حلت و حرمت سے تعلق رکھنے والے اس اہم مسئلہ

میں ہر ممکن شرعی احتیاطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے فیصلہ جاری کرے تاکہ اس اہم سہولت سے کوئی بھی بے راہ رَو فرد ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔

نتائج تحقیق اور سفارشات

تحقیق سے حاصل ہونے والے نتائج حسب ذیل ہیں:

1. حضرت جمیلہ کے خلع لینے کی بعض روایات مجمل ہیں اور بعض مفصل ہیں۔ مجمل روایات میں ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے تفریق فرمادی تھی اور مفصل روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ تفریق کا یہ فیصلہ خود حضرت ثابت کی رضامندی سے ہوا تھا۔
2. قلبی نفرت پیدا ہو جانے پر بھی بیوی کو شوہر سے خلع لینے کا کیس دائر کرنے کی اجازت ہے۔
3. عدالت نے خورشید بی بی کیس میں ابن ماجہ کی مجمل روایت کو ہی اپنے اس فیصلے کی بنیاد بنایا ہے اسی واقعہ کی مفصل روایات کو نظر انداز کر دیا ہے اور اس وقت بھی عدالتی خلع کے یہ فیصلے اسی عدالتی نظیر کو سامنے رکھ کر دیے جا رہے ہیں۔ عدالت کو اپنے فیصلوں پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ موجودہ عدالتی خلع کے فیصلوں کو احادیث سے تائید نہیں ملتی۔
4. فقہاء میں سے صرف امام مالک کی یہ رائے ہے کہ شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی حاکم وقت یا حکمین تفریق کا فیصلہ دے سکتے ہیں۔
5. عصر حاضر کے عدالتی خلع کا جواز صرف امام مالک کی رائے سے ممکن ہے اور اس کی صورت یہ ہوگی قصور ثابت ہونے پر عدالت شوہر کو فیصلہ قبول کرنے پر مجبور کرے گی۔ اگر شوہر شدید تعنت اور ہٹ دھرمی پر آمادہ ہو اور رشتہ ازدواج کے شرعی مصالح حاصل نہ ہو رہے ہوں تو عدالت شوہر کی رضامندی کے بغیر ہی تفریق کا فیصلہ جاری کر دے۔
6. فلا جناح علیھما کے قرآنی الفاظ میں تفریق کا فیصلہ کرنے کی نسبت حکام کی بجائے زوجین کی طرف کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تفریق کا یہ عمل زوجین کی باہمی رضامندی سے حکام وقت کی نگرانی میں ہو تاکہ کوئی فریق دوسرے کے حقوق پامال نہ کرسکے
7. خلع کو طلاق کے متوازی حق نہیں ہے۔
8. خلع کو فسخ نکاح قرار دے کر یہ ثابت کرنا کہ اس میں شوہر کی رضامندی ضروری نہیں ہوگی یہ بھی درست نہیں آتا۔ کیوں کہ امام مالک نے اسے طلاق قرار دیا ہے۔
9. حضرت بریرہ کے خیار عتق کے واقعہ سے خلع کے مسئلہ میں استدلال کرنا یہ قیاس مع الفارق ہے۔
10. عدالت اپنے وسیع اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے شوہر کی طرف سمن بھیجنے کے باوجود اس کے حاضر نہ ہونے پر اسے گرفتار کرا کے عدالت میں حاضر کرائے تاکہ حقیقت حال واضح ہونے کے بعد ہی تفریق کا فیصلہ کیا جا سکے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 international license.

حواشی وحوالہ جات

۱- ۱۹۵۹ء میں بلقیس فاطمہ بنام نجم الاکرام قریشی کیس میں لاہور ہائی کورٹ نے خلع کے بارے میں یہ رائے اختیار کی کہ عورت شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی عدالت کے ذریعے چارہ جوئی کرتے ہوئے اسے کوئی عوض دے کر اس سے خلع لے سکتی ہے۔اس سلسلے میں عدالت کا یک طرفہ فیصلہ نافذ ہوگا۔اگر قاضی دیکھے کہ زوجین کے درمیان حدوداللہ قائم نہ رہ سکیں گی تو وہ خلع کا یک طرفہ فیصلہ جاری کر سکتا ہے۔اگر قاضی کو یہ اختیار حاصل نہ ہو تو پھر اس کی قضا کی حیثیت بے معنیٰ سی ہو کر رہ جاتی ہے۔(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:(پی ایل ڈی ۱۹۵۹ء،لاہور،۵۶۶)؛۱۹۶۹ء میں خورشید بی بی بنام محمد امین کیس میں سپریم کورٹ نے خلع کا یک طرفہ فیصلہ جاری کرتے ہوئے لاہور ہائی کورٹ کے بلقیس فاطمہ بنام نجم الاکرام قریشی کیس میں دیے گئے فیصلے کو ہی اختیار کیا ہے۔اس وقت سے لے کر اب تک تمام کیسز میں عدالتیں انہی دو فیصلوں کی بنیاد پر ہی کیسز کے فیصلے جاری کر رہی ہیں۔خورشید بی بی کیس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:(پی ایل ڈی 1967، سیکشن 97۔پی ایل ڈی ۱۹۵۹ء،لاہور)۔

۲- محمد بن مکرم ابن منظور(۷۱۱ھ)، **لسان العرب** (بیروت:دار صادر، طبع سوم،۱۴۱۴ھ)،۸: ۱۱۶۔

۳- علاؤالدین کاسانی،(۵۸۷ھ)، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**(بیروت:دار الکتب العلمیہ، طبع سوم،۱۴۰۶ھ)،۳: ۱۱۵۔

۴- پی ایل ڈی، 1959ء سیکشن 97،-لاہور566. PLd,1959,Section 97,Lahore566.

۵- پی ایل ڈی1967ء سیکشن 97- P.L.D,1959,Sec 97

۶- القرآن،35:4- Al Qurān 4:35.

۷- پی ایل ڈی1967ء سیکشن 97- P.L.D,1959,Section,97

۸- نفس مصدر۔ Ibid.

۹- جس روایت کے راویوں میں باہم اختلاف ہو اور سب راوی ایک دوسرے سے مختلف بات کر رہے ہوں۔یہ اختلاف اس نوعیت کا ہو کہ کسی بھی راوی کی روایت کو دوسرے کی روایت پر ترجیح نہ دی جاسکے۔اگر یہ اختلاف متن میں ہو تو ایسی روایت مضطرب المتن کہلاتی ہے۔(عثمان بن عبد الرحمن ابن صلاح،(۶۴۳ھ)،**معرفة أنواع علوم الحديث**، مَعْرِفَةُ الْمُضْطَرِبِ مِنَ الْحَدِيثِ (بیروت:دارالفکر،1406ھ)، ۹۴۔

ʿṯmān bn ʿbd āl rḥman ābn ṣlāḥ ،**mʿrifatu anwāʿ ʿlwm ālḥadyṯ**, berwt: dārālfikr ،1406H, p.92.

۱۰- ابو عبداللہ محمدبن اسماعیل بخاری (256ھ)،**الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه**، كِتَابُ الطَّلاَقِ، بَابُ الخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلاَقُ فِيهِ (مصر : دار طوق النجاة،طبع اول:1422ھ)،46:6-

Muḥammad bin Ismāʿīl al-Bukhārī, ***al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī***, Kitāb al-Maẓālim wa al-Ghaḍab, Bāb man qātla dūna Mālhī(Dār Ṭawq al-Nijāt,1422.AH)3:136, vol. 3, p.136, Ḥadīth No:2480.

۱۱- نفس مصدر۔ Ibid.

۱۲- نفس مصدر۔ Ibid.

۱۳- ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی نسائی (303ھ)، **السنن الصغریٰ**، كتاب الطلاق، باب عدة المختلعة، (حلب:مکتب المطبوعات الاسلامیۃ– طبع دوم،1406ھ)،186:6-

Abū ʿAbu Abdur Rahman Ahmad bin ʿShuaib, ***Sunan al-ālṣġyr*** ktāb ālṭlāq ،bāb ʿdtālmẖtlʿh (ḥlb:mktb ālmṭbwʿāt ālāslāmyh –1406ھ vol. 3, p.253, Ḥadīth No.1692.

۱۴- ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی(852ھ)،**فتح الباری، کتاب الطلاق، باب الخلع**،(بیروت: دار المعرفۃ،1379 ھ)،398:9-

Ābw ālfaḍl āḥmd bn ālʿsqlāni ،fatḥ ālbār kitāb ālṭlāq, berwt: dār ālmʿrfah1379 H, vol.9,p.398.

۱۵- نفس مصدر،399:9- Ibid. vol.9,p.398.

۱۶- ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، ابن ماجۃ(273)،السنن، باب المختلفة تاخذ ماعطاها (بیروت: دار احیاء الکتب العربیۃ،س ن)، 663:1-

Muḥammad Bin Yazīd Al-Qazwīnī, **Sunan Ibn Mājah**, bairwt :dār āḥyāʾ ālkitb ālʿrbiyyah, Ḥadīth No. 529.

۱۷- پی ایل ڈی، 1967 سیکشن97- PLd,1959,Sec 97

۱۸- ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی(211ھ)،المصنف(بیروت: المکتب الاسلامی،۱۴۰۳ھ)،483:6۔

Abbkr ʿbdālrzāq bn hmām bn nāfʿ Alṣnʿāny. **ālmṣnf**، byrwt: ālmktb āl āslām, vol. 6, p. 483.

۱۹- سلیمان بن احمد طبرانی، **المعجم الكبير**، باب جميلة بنت ابی ابن سلول امراة، (قاہرہ: مكتبة ابن تيمية، 1415ھ)،211:24-

Salmān bn Aḥmd Tabrāny ،***Almʿğm ālkbyr*** ،bāb ğmylh bnt āby ābn slwl، Qāhrh: Maktb ābn tymyh, 1415H, vol.25, p.211.

۲۰- ابو بکر احمد بن الحسین بن علي بن موسی(۴۵۸ھ)، **السنن الكبرى**(بیروت:دار الكتب العلمية، طبع ثالث،۱۴۲۴ھ)،511:7-

Ābūbkr Āḥmd bn ālḥsyn bn ʿlyi bn Mūsa ،**ālsōnan ālkubra**, birūt: Dār ālktb ālʿlmyẗ, 1424H,vol.7, p.511.

۲۲- بیہقی، **نفس مصدر**،513:7. Ibid. vol.7, p.513.

۲۳- ابوداود سلیمان بن الاشعث سجستانی(275ھ)، **السنن**، باب فی الخلع،(بیروت:مکتبہ صیدا، س ن)269:2-

Ābū Dāwūḏ slymān bn ālāšʿṯ sğstān ،ālsnān Byrūẗ: Maktabtbẗ ṣydā,Vol.2, P. 296.

۲۴- نسائی ، **السنن الصغرى**، 169:6 - Nisāī, Al-Suna,Vol.6,P.169.

۲۵- ابن ماجہ، **السنن**،663:1- Ibn.e Majah, ***ālsōnan,*** Vol.1,P.663.

۲۶- بیہقی ،**السنن الكبرىٰ**،516:7- Baihaqi, Al-Sunan Al.Kubraý,Vol. 7,P.512

۲۷- ابوالاعلیٰ مودودی، **حقوق الزوجین**،(لاہور:اسلامک پبلی کیشنز،1972ء)،70-

Ābūālāʿ Mwdūdy ،Hqūq ālzwğyn، lāhōr:Islāmic Publications,1972. P.72.

۲۸- عسقلانی، **فتح الباری**،400:9- ālʿsqlāni vol.9,p.400.

۲۹- القرآن 237:2- Al Qurān 2:237.

۳۰- القرآن 229:2- Al Qurān 2:229.

۳۲- بخاری، **الجامع الصحيح**، كتاب الطلاق، بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زَوْجِ بَرِيرَةَ، ۴۸:۷،رقم:۵۲۸۳۔

۳۳- القرآن 35:4- Al Qurān 4:35.

۳۴- عسقلانی،**فتح الباری**،403:9 - ʿASqlāni vol.9,p.403.

۳۵- بدرالدین محمود بن احمد عینی (855ھ)،**عمدة القارى**، بَاب فِي بَيَان الشقاق الْمَذْكُور فِي قَوْله تَعَالَى:{وَإِن خِفْتُمْ شقَاق بَينهمَا}(**بیروت:** دار إحياء التراث العربي،س ن)،265:20-

Badar.ud.din Mahmood bin Ahmad, Aini, **Umdat.ul. qāri**, Beirut: Dār'ḥyā āltrāṯ ālʿrby, vol. 20, P. 265.

۳۶- کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الھمام (861ھ)، **فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب الخلع** (بیروت: دار الفکر، س ن)،4:244۔
Kamāl al-Dīn Muḥammad Ibn al-Hammām, **Fatḥ al-Qadīr**, Beriūt: Dār al-Fikr,vol. 4, P. 244.

۳۷- نفس مصدر۔ Ibid.

۳۸- محمد بن احمد القرطبی ابن رشد(595ھ)، **بدایة المجتهد ونهایة المقتصد**، الباب الثانی فی المتعة (قاہرہ: دار الحدیث، 1425ھ)،3:117۔
Mḥmd bn Āḥmd Ālqrṭby ābn ršd (595H), **Bdāyẗ ālmğthd w nhāyẗ ālmqtṣid** Qʾhirh: Dār ālḥdyṯ, vol. 3, P. 117.

۳۹- القرآن ۴: ۳۵۔ Al Qurān 4:35.

۴۰- علی بن عمر دار قطنی(385ھ)، **السنن، کتاب النکاح، باب المهر**(بیروت:مؤسسة الرسالة،طبع اول، 1424ھ)،4:451۔
Ali bin Umar bin Ahmad, Dār Qutni, **Al-Ṭabarānī**, Al.Risālah Lebonan, 1424H, vol. 4, P. 451.

۴۱- ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر(463ھ)،**الكافي في فقه اهل المدينة، باب الحكمين**، (سعودی عرب: مكتبة الرياض ، طبع دوم،1400ھ)،2:596۔
Ābū ʿmr yūsf bn ʿbd āllh bn mḥmd ābn ʿbdālbr(463H), **Ālkāfy fyl fiqē Āhl āl Mdynẗ**, bāb ālḥkmyn (Sʿūdyʿrb: mktbẗ ālryāḍ, 1400H, vol. 2, P. 596.

۴۲- ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی(474ھ)،**المنتقى شرح الموطا** (مصر:مطبعة السعادة،طبع اول،1332ھ)،4:114۔
Ābū ālwlyd Slymān bn ẖlf ālbāğy **Ālmntqā Šrḥ ālmwṭā** (Egypt,makṭbẗ ālsʿādaẗ, 1332H, vol. 4, P. 114.

۴۳- ابن رشد،**بداية المجتهد**،3: 117۔ **Bdāyẗ ālmğthd** ābn ršd, vol. 3, P. 117.

۴۴- ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء بغوی (516ھ)، **شرح السنة، باب الشقاق بين الزوجين**(دمشق:المكتب الاسلامی،طبع دوم،1403ھ)،9:190۔
Ābū Muhammad āl ḥsyn bn msʿūd bn mḥmd bn ālfrāʾ bġwy, **Šarḥ ālsunnẗ**, bāb ālšqāq byn ālzwğyn, Dmšq, ālmktb ālāslāmy, vol. 9, P. 190.

۴۵- ابوالحسن علی بن محمد ماوردی(450ھ)، **الحاوي الكبير**، (بیروت: دار الكتب العلمية،طبع اول،1419ھ)،9:603۔
Ābu Alhasan Ali bin Muhammad bin Muhammad Māwardi, ***Al.Hāwi Al. kabeer,*** Dār'al-Kutub al. ilmīyah, Beruit, vol. 9, P. 603.

۴۶- موفق الدین عبداللہ بن حمد ابن قدامہ(620ھ)،**المغنى**، (مصر:مكتبة القاهرة،س ن)،7:320۔
Mwfiq āl dyin ʿbd āllh bn ḥmd ābn qdām، ***Ālmġny*** Egept, Maktbẗ ālqāhrẗ, vol. 7, P. 320.